☆ڈاکٹر قمر علی زیدی

کتاب "ضوء السراج" اور اسکا مؤلف

انسانی زندگی میں دین اسلام کی راہنمائی اتنی مسلم اور واضح ہے کہ کائنات کا کوئی بھی دستور العمل اس کا ہم پایہ نہیں ہے۔ معاشیات حیات میں جائیداد اور اس کی تقسیم سے متعلقہ امور پر دستور حیات ایک نہایت نازک موضوع ہے اسلامی قانون میں اس موضوع کی اہمیت نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں بہت شدومد سے بیان کی گئی ہے اور وراثت کے احکامات کی عدم تعمیل پر شدید عذاب کی وعید بھی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں آیات میراث کے بعد ارشاد ہوا:

ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین (۱)

"اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدود پھلانگتا ہے تو وہ اسے آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر قرآن میں طمع ورغبت کے زیر اثر انسانی طبیعتوں کو جھنجھوڑا گیا ہے۔

وتأکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جما(۲)

"اور تم مال میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔"

یتیم بچے معاشرہ انسانی کے وہ کمزور اور بے بس افراد ہوتے ہیں جو فہم وقوت کی صلاحیتوں میں دوسروں پر اعتماد کرتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں بھی انسانی طبیعت کو شیطانی قوتیں ظلم کی جانب مائل کرتی ہیں۔ قرآن نے ظلم کا دروازہ بند کرنے کے لیے ایک متوازن معاشرتی اصول عطا فرمایا ہے:

☆اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور

مندرجہ ذیل آیت کی روشنی میں اس اصول سے قانون وراثت کی عمیق جزئیات مستنبط ہوتی ہیں۔

واتوا الیتامی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم انه کان حوبا کبیرا(۳)

"اور یتیموں کو ان کے مال دو اور نہ بدلو ناپاک (حرام) کو پاک سے اور ان کے مال نہ کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ۔ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔"

میراث کی تقسیم کے لیے قرآنی احکام کے منشا اور حکمت کے مطابق رسالت پناہ ﷺ نے تفصیلات اور جزئیات کو اپنے اقوال مبارکہ کے ذریعے سے واضح فرمایا۔ اس وضاحت میں حکمت و مصلحت کمال پر نظر آتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے میراث سے متعلق علوم کو نصف دین قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوا۔

تعلموا الفرائض و علموھا الناس فانی امرء مقبوض و ان العلم سیقبض و تظھر الفتن حتی یختلف اثنان فی الفرائض ولا یجدان من یقضی فیھا۔(۴)

"علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ میں دنیا سے انتقال کر جاؤں گا اور یہ علم عنقریب اٹھالیا جائے گا پھر فتنے رونما ہوں گے یہاں تک کہ دو افراد آپس میں فرائض کے بارے میں جھگڑیں گے اور انہیں فیصلہ کرنے والا نہیں ملے گا۔"

ارشاد ہوا۔

تعلموا الفرائض فانه من دینکم وانه نصف العلم وانه اول علم ینزع من امتی(۵)

"علم فرائض سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہے اور یہ نصف علم ہے نیز یہ وہ پہلا علم ہے جو میری امت سے چھین لیا جائے گا۔"

حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین علم الفرائض کی تعلیم واشاعت میں بطور خاص دلچسپی لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اذا تحدثتم فتحدثوا فی الفرائض واذا لھوتم فالھوا فی الرمی (۲)

"جب تم گفتگو کرو تو علم فرائض میں گفتگو کرو اور جب کھیل کود میں مصروف ہونا چاہو تو تیر اندازی کرو۔"

اسی وجہ سے صحابہ کرام علم فرائض کے سیکھنے اور سکھلانے میں بہت مصروف اور منہمک رہتے صحابہ میں سے حضرت علی، عبداللہ بن عباس، ابن مسعود، زید بن ثابت اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم بطور خاص ماہرین میراث شمار کئے جاتے تھے۔ ان حضرات کی محنت سے ہمیں یہ علم نصیب ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لیکر آج تک یہ علم اشاعت پذیر ہے۔ جہاں جہاں اسلام کی برکات کی روشنی پہنچی ہے وہاں وہاں علم الفرائض کی فیض رسانی کے اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ اسی لیے دنیا کی بہت سی زبانوں میں علم الفرائض پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن زیادہ مفصل کتب عربی زبان میں ہی تحریر ہوئی ہیں۔ اسلامی فقہی علوم میں علم میراث ہر دور میں نہایت اہم اور قابل توجہ علم رہا ہے۔ فکر وارتقا کا کوئی بھی دور اس علم کی خدمت سے خالی نظر نہیں آتا۔ اس سلسلہ میں دور صحابہ سے لیکر بارھویں صدی ہجری تک چند اہم اور مشہور کتابیں نظر آتی ہیں۔ ان میں

۱۔ ابو علی الحسن بن زیاد اللولوی الحنفی (المتوفی: ۲۰۴ھ) کی کتاب الفرائض

۲۔ ابو خالد یزید بن حصار وبن زاذان الواسطی (المتوفی: ۲۰۶) کی کتاب الفرائض۔

۳۔ امام احمد بن حنبل (المتوفی: ۲۴۱ھ) کی کتاب الفرائض

۴۔ عبدالحمید بن سھل المالکی (المتوفی: تیری صدی نصف آخر) کی "جامع الفرائض"

۵۔ محمد بن علی الرجی (المتوفی: ۵۷۷ھ) کی الباحث المعروف الأرجوزۃ الرجیۃ

۶۔ سب سے مشہور کتاب سراج الدین ابو طاہر محمد بن عبدالرشید السجاوندی (المتوفی: ۶۰۰ھ) کی الفرائض السراجیۃ ہے یہ کتاب علم الوراثۃ کے شائقین وطالبین کے ہاں نہایت معتبر کتاب شمار کی جاتی ہے۔ مدارس عربیہ میں تدریس وتحقیق کے لیے اسی کتاب کا نام معتبر گردانا جاتا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت وثقاہت کے پیش نظر اس کی شروحات وحواشی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ صاحب کشف الظنون نے اس کی تقریبا چوبیس شروحات گنوائی ہیں۔ صاحب کشف الظنون دو

شروح کا بہت پسندیدگی سے ذکر کرتے ہیں۔

اول شرح: شیخ محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء البخاری ثم الکلاباذی (المتوفی: ۷۰۰ھ) کی "ضوء السراج" ہے۔

دوم شرح: "شریفیہ" ہے جس کے مؤلف امام الحکماء سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۴ھ ہیں۔

محققین علماء کے نزدیک ان دو شروح میں بھی "ضوء السراج" کو بلند مقام حاصل ہے شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی نے مصنف اور اس کی کتاب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

وكان (محمود الكلاباذى) اماما فقيها دينا خيرا و بارعا فى الفرائض شرح السراجيه وسماه " ضوء السراج" وهو كثير الفوائد" (۷)

"یعنی محمود الکلاباذی امام، فقیہہ، دیندار، کریم النفس، علم الفرائض کے ماہر تھے۔ انہوں نے علم الفرائض میں سراجیہ کی شرح لکھی اور اس کا نام "ضوء السراج" رکھا جو کہ بے حد مفید شرح ہے۔

ضوء السراج کی مقبولیت کی صراحت علامہ ذہبی نے یوں کی ہے۔

" کہ یہ شرح نہایت عجیب، نہایت جامع اور نہایت مفید ہے اس کے مسائل صحیح اور مثالیں درست اور نقل نہایت معتبر ہے۔"

الفوائد البھیہ کے مؤلف عبدالحئی لکھنوی نے ضوء السراج اور اسکی تلخیص المنہاج، دونوں کا مطالعہ کیا ہے اس کا بیان ہے کہ مؤلف نے بڑی قابلیت سے علم الفرائض کے مسائل واضح کئے ہیں۔ ان میں مختلف مذاہب کی نشاندہی کی ہے۔ اور پھر ہر مذہب کا استدلال بیان کیا ہے۔

فرماتے ہیں:

طالعت ضوء السراج وهو كتاب نفيس مشتمل على ذكر المذاهب المختلفة فى المسائل مع ادلتها يدل على تبحر مؤلفه فى الفن وله مختصره سمى بالمنهاج طالعته" (۸)

"یعنی میں نے ضوء السراج کا مطالعہ کیا یہ ایک مفید کتاب ہے جس میں مختلف مکاتب

فکر کی طرف سے پیش کردہ مسائل مع الدلائل کا ذکر ہے یہ کتاب اس فن میں مؤلف کی تبحر علمی کا بین ثبوت ہے۔اس شرح کی ایک مختصر بھی ہے۔جس کا نام "منھاج" ہے۔اس کا بھی میں نے مطالعہ کیا ہے۔

قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم ومغفور نے پنجاب یونیورسٹی کے نادر مخطوطات کی فہرست میں اس کتاب کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے لکھا۔

" کہ ضوء السراج، سراج الدین محمد السجاوندی کی کتاب الفرائض السراجیہ کی شرح ہے یہ نادر اور اہم شرح ابھی تک غیر مطبوع ہے۔اس اہم تالیف کو مرتب کرنا اور شائع کرنا ضروری ہے۔"(۹)

کتاب کے تفصیلی مطالعہ کے بعد جو حقیقت سامنے آتی ہے۔اسے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات نہایت وثوق سے کہی جاسکتی ہے اگر یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو جاتی اور علماء و مدرسین طلبہ و محققین اس سے استفادہ کرتے تو شریفیہ کی جگہ سراجی کی یہ شرح یعنی "ضوء السراج" مدارس عربیہ اور شائقین علم الفرائض میں اپنا ایک مستقل بلند مقام بنالیتی۔ذیل کی سطور میں شریفیہ اور ضوء السراج کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد جو تصویر سامنے آتی ہے پیش کی جارہی ہے۔

۱۔ شرح شریفیہ (مطبوعہ) ایک مختصر شرح ہے جو صرف ایک سو چوالیس (144) صفحات بشمول حاشیہ پر مشتمل ہے۔جبکہ شرح ضوء السراج (مخطوط) پانچ سو اٹھائیس (528) صفحات پر مشتمل ہے۔اس پر کسی کا حاشیہ بھی نہ ہے۔جس سے صاف واضح ہے کہ شریفیہ ضوء السراج کے مقابلہ میں صرف ایک تہائی ہے جبکہ ضوء السراج ایک تفصیلی اور جامع شرح ہے۔

۲۔ شرح شریفیہ کا مؤلف (۸۱۴ھ) میں فوت ہوا۔جبکہ ضوء السراج کا مؤلف (۷۰۰ھ) میں۔ شرح شریفیہ کا مؤلف، ضوء السراج کے مؤلف کے تقریباً ایک سو سال بعد کا ہے لہذا ضوء السراج کا شمار ایک اساسی اور قدیم مصادر و مراجع میں ہونا چاہئے۔والفضل للمتقدم، فضیلت پہلی شرح کو حاصل ہے۔

۳۔ ضوء السراج کی ایک اہم ترین خصوصیات یہ ہے کہ مؤلف ابواب وفضول کے باہمی ارتباط کی حکمت کو واضح کرتے ہیں۔جبکہ شریفیہ میں اس پہلو پر خاموشی نظر آتی ہے۔

۴۔ صاحب ضوء السراج مسائل کی نوعیت کے مطابق قرآن و حدیث سے تفصیلی استشھاد کرتے ہوئے اقوال آئمہ کا موازنہ اور مقارنہ پیش کرتے ہیں پھر اقوال احناف کے ترجیحی رویے کو مثبت دلائل سے بیان کرتے ہیں ۔جبکہ صاحب شریفیہ ۔آئمہ کی اختلافی آرا کا ذکر تو کرتے ہیں ۔لیکن ضوء السراج کے مقابلہ میں نہایت مختصر ہوتا ہے۔

۵۔ صاحب ضوء السراج مشکل الفاظ کی تفصیلی وضاحت کرتے ہیں جبکہ صاحب شریفیہ یہاں بھی اختصار ہی کے پابند دکھائی دیتے ہیں۔

۶۔ شریفیہ میں کہیں کہیں سراجیہ کی عبارت کو مزید الجھا دیا گیا ہے۔جس سے سراجیہ کی عبارت کی تفہیم مشکل ہو جاتی ہے۔جبکہ ضوء السراج میں ایسی کوئی بات کہیں بھی نظر نہیں آتی بلکہ ہر مشکل کا واضح حل ملتا ہے۔

حالات مؤلف

شمس الدین ابو العلاء محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء بن علی بن ابی یعلی الکلاباذی البخاری الفرضی (المتوفی: ۷۰۰ھ)

مؤلف ساتویں صدی ہجری کے بلند پایہ حنفی فقہاء میں سے ایک تھے ان کی ولادت بخارا کے محلّہ " کلہ باز "میں (۶۴۴ھ) میں ہوئی۔(۱۰)

ابتداء میں مؤلف نے مختلف علوم کی تحصیل بخارا میں ہی کی کیونکہ بخارا اُن دنوں علم کا ایک اہم مرکز تھا۔علم فقہ کی تحصیل کے بعد بخارا میں ہی ابو بکر بن محمد بن احمد التوینی و ابوالفضل محمد بن احمد ابن نصر الحارثی اور احمد بن ابی بکر المعصفر سے سند حدیث حاصل کی ۔یہ تمام اصحاب ابو رشید الغزالی کے شاگرد تھے(۱۱)

بخارا میں تحصیل علم کے بعد مؤلف بغداد پہنچا اور وہاں محمد بن یعقوب و دیگر اصحاب حدیث سے علوم حدیث کی تحصیل میں معروف رہا اور موصل میں الموافق اللولوی احمد بن یوسف بن الحسن سے علوم حدیث کی تحصیل کی اور دیگر مختلف بلاد خوارزم ،سرخس ،الدامغان ،ماردین ،دنیر میں علوم حدیث کی تحصیل اور تالیف و تصنیف میں مصروف رہا۔(۱۲)

مؤلف نے (۶۸۴ھ) میں دمشق کی طرف سفر کیا وہاں ابن البخاری اور ابن مومن، ابن العماد اور زینب بنت مکی سے علوم حدیث حاصل کیے(۱۳)

بعد میں مؤلف علم کی پیاس بجھانے کے لیے مصر کی طرف متوجہ ہوا، قاہرہ پہنچ کر غازی ابن حمدان الابرقوھی اور البرجی سے ایک عرصہ تک علوم حدیث کی تحصیل میں مصروف رہا۔ یہیں مؤلف کو درس حدیث دینے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے کہ مؤلف نے سات سو پچاس شیوخ سے حدیث حاصل کی سمع من سبع مئة و خمسين شيخا(۱۴)

مؤلف نے خود اپنی تالیف معجم الشیوخ میں اپنے شیوخ کے تذکرے ثبت کیے ہیں۔ جن کی تعداد سات سو سے زائد ہے۔ ضوء السراج کے دیباچے میں علامہ محمود الکلاباذی نے شیخ نجم الدین الکاخشتوانی کو اپنا شیخ لکھا ہے اور انہیں فن فرائض کا امام تسلیم کیا ہے۔(۱۵)

الجواہر کے بیان کے مطابق ابوحیان الاندلسی کی مؤلف الکلاباذی کے ساتھ قاہرہ میں رفاقت رہی۔ اسی دور میں یہ دونوں اصحاب علوم حدیث کی تحصیل میں مصروف تھے۔(۱۶)

علامہ ذہبی نے مؤلف (الکلاباذی) کو علم الفرائض کا امام اور حدیث ورجال کا عارف کہا ہے۔ اور بتایا ہے کہ مؤلف نے مشتبہ النسبیہ کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب تالیف کی جس سے خود ذہبی نے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے اپنی تالیف "المشتبہ فی الرجال" میں جن چار کتب کو مآخذ قرار دیا ہے ان میں محمود الکلاباذی کی تالیف بھی شامل ہے۔ علامہ ذہبی نے علامہ الکلاباذی کو اپنا شیخ کہا ہے۔(۱۷)

علامہ تقی الدین نے مؤلف کی بہت تحسین کی ہے حاجی خلیفہ نے ان کا حسب ذیل بیان مولف الکلاباذی کی تحسین میں پیش کیا ہے۔

"قال تقي الدين وهو مصنف غريب محرر جليل القدر،
صحيح المسائل والأمثلة والنقول"

"یعنی تقی الدین نے کہا کہ وہ ایک اجنبی مصنف ہیں۔جلیل القدر تحریر نگار، مسائل امثلہ اور نقول کو صحیح طور پر بیان کرنے والے ہیں۔(۱۸)

الاعلام میں السلامی کا یہ قول منقول ہے۔

قال السلامی رأیته کثیر الفوائد(۱۹)

خود مؤلف نے دیباچے میں بیان کیا ہے کہ مولف کے شیخ نجم الدین عمر الکاخشتوانی اس فن کے امام تھے ان کے انتقال کے بعد موءلف کو علم الفرائض کے انحطاط کا خدشہ لاحق ہوا چنانچہ اس تالیف کے ذریعے موءلف نے اپنے شیخ کے فوائد محفوظ کرنے کی سعی کی ہے۔(۲۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف نے کتنا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام محققین نے زیر نظر کتاب کو علم الفرائض کی ایک بلند پایہ اور مستند کتاب قرار دیا ہے، اس کی اکثر علماء نے تحسین کی ہے سراجیہ کی جتنی شروح آج تک لکھی گئی ہیں سب سے مستند، جامع، مدلل، کثیر الفوائد سب سے مقدم ضوء السراج ہے۔

تلامذہ

الجواہر میں علامہ ذہبی کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ حافظ مزنی، ابن سید الناس، ابوحیان، البرزابی اور عبدالکریم مؤلف کے تلامذہ چنانچہ شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں۔

سمع منه المزنی وابو حیان والقطب الحلبی والبرزابی
والذہبی و ابن سید الناس وابن المهندس وآخرون(۲۱)

تصانیف

موءلف الکلاباذی کو محققین نے علم الفرائض کا امام تسلیم کیا ہے اور حدیث ورجال کا عارف کہا ہے۔ان کے قلم میں بڑا زور تھا۔چنانچہ انہوں نے اپنے فن میں عظیم تصانیف چھوڑی ہیں، جنہیں علمی و تحقیقی دنیا میں ایک بلند مقام ومرتبہ حاصل رہا ہے اور ہے۔

صاحب شذرات لکھتے ہیں:

کان اماما فی الفرائض مصنفا فیها له حلقة اشغال وسمع

الكثير بخراسان والعراق والشام ومصروكتب بخطه الانيق المتقن الكثير (۲۲)

وہ فرائض کے امام تھے اس فن کے مصنف تھے، بہت سے افراد ان کے حلقہ تعلیم میں داخل ہوئے ،خراسان،عراق،شام اور مصر میں سماعت حدیث کی اور بے حد عمدہ اور اچھا لکھا۔

تذکرہ نویسوں نے آپ کی جن کتب کا ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ ضوء السراج فی شرح السراجية فی الفرائض (زیر بحث)

۲۔ حل الفرائض فی شرح نظم السراجية

۳۔ معجم الشيوخ

۴۔ مشتبه النسبة فی اسماء الرجال

۵۔ المنهاج المنتخب من ضوء السراج۔(۲۳)

کتب سیر ورجال کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف مذکور جہاں اپنے فن علم الفرائض میں یدطولی کے مالک تھے وہاں علم حدیث ورجال میں متبحر تھے۔ کہ علامہ ذہبی جیسی شخصیت نے آپ کی کتاب سے استفادہ کیا اور اپنی معلومات کے لیے مآخذ تسلیم کیا۔ آپ کو ایک عظیم فقیہ تسلیم کیا گیا ہے۔ زیر بحث مخطوطہ میں آپ کے طرز استدلال اور مختلف مذاہب کی نشاندہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ علم الفرائض وفقہ وحدیث ورجال میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے وقت کے عالم باعمل تھے تصوف سے خاص شغف تھا آپ کا حسن اخلاق، حسن معاملہ مشہور تھا نہایت صالح، متدین اور متقی تھے لطیف الطبع تھے۔ آپ فرضی، صوفی، فقیہ، محدث مشہور تھے۔

ابن حجر العسقلانی نے آپ کو الفرضی الصوفی الحنفی لکھا اور آپ کی توصیف میں کہا:

وكان اماما فقيها دينا خيرا بارعا فی الفرائض.........وكان نزها ورعا متحريا كثير المعارف حسن العسرة كثير الافادة محبا للطلبة و سود لنفسه معجما وكان لايمس الاجزاء الاعلى وضوء(۲۴)

"وہ ایک امام فقیہ، دیندار، علم الفرائض کے ماہر تھے پاکیزہ متقی گہری پرکھ پرچول کرنے والے زیادہ معارف والے، حسن اخلاق، کثیر الافادہ طلبہ سے محبت کرنے والے تھے انہوں نے اپنے لیے ایک معجم کا مسودہ تیار کیا ان اجزاء کو بغیر وضو کے نہ چھوتے تھے۔"

مؤلف مختلف بلاد کی سیاحت کرتے اور علوم کی تحصیل واشاعت کرتے واپس لوٹے اور اپنی عمر کے آخری ایام گزارنے کیلئے ماردین کا انتخاب کیا اور چھپن سال کی عمر کے اوائل ربیع الاول ۷۰۰ھ ماردین (دمشق) میں مؤلف کا انتقال ہوا۔

مصادرومراجع

۱۔ النساء: ۱۴

۲۔ الفجر:۱۹،۲۰

۳۔ النساء:۲

۵،۴۔ ترمذی، کتاب الفرائض، لابی عیسی محمد بن عیسی الترمذی، المطبعة العربية ۱۳۵۰ھ

۶۔ المواریث الاسلامیة فی المذاهب الاربعة لاحمد کامل الخضری شیخ معهددمیاط مطبعة التوکل بمصر ۱۹۵۰ء

۷۔ الدر رالکا منه فی اعیان مأئة الثامنة لابن حجر العسقلانی ص ۳۴۶۔

۸۔ الفوائد البهیة لعبد الحی اللکنوی، بومبائی ص ۲۱۱

۹۔ فہرست مفصل پنجاب یونیورسٹی لائبریری نادر عربی مخطوطات ۱:۲۷۸

۱۰۔ معجم المؤلفین لعمر رضا کحاله تراجم المصنفین الکتب العربیه دمشق ۱۹۴۱ء/۱۲:۱۵۶، هدیة العارفین ۲:۶۔۴ لاسماعیل باشا البغدادی

۱۱۔ الدررالکا منة ص ۳۴۲۔

۱۲۔ معجم المؤلفین، الدررالکامنة

۱۳۔ معجم المؤلفین، الدررالکامنة

۱۴۔ الدرالکامنۃ، ص ۳۴۲

۱۵۔ ضوء السراج، شمس الدین ابی العلاء محمود بن ابی بکر الکلا باذی

۱۶۔ الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ لابن ابی الوفاء۔ ۱:۳۸۰

۱۷۔ الجواہر ۲:۱۶۳

۱۸۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۲:۱۲۴۹ لحاجی خلیفہ بیروت۔

۱۹۔ اعلام ۸:۴۲ للزرکلی۔ بیروت

۲۰۔ ضوء السراج

۲۱۔ الدرالکامنۃ ص ۳۴۲

۲۲۔ شذرات الذہب ۵:۴۵۷ لابن العماد الحنبلی

۲۳۔ ہدیۃ العارفین ۲:۴۰۶

۲۴۔ الدر رالکامنۃ :۳۴۲